

سنی شیعہ کشیدگی کا مسئلہ

(1)

وقت کی یہ ستم ظریفی بھی دیدنی ہے کہ جب مذہب کے نام پر مذہبی روح کو کچلا جا رہا تھا اور مذہب ہی کے نام پر اللہ کی زمین پر انسانی خون بہ رہا تھا، اس وقت اسلام نے انسان کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور فرمایا کہ انسان اپنی فکر اور عمل میں آزاد ہے۔ اس کے سامنے نیکی اور برائی کی دونوں راہیں کھلی ہیں۔ اپنی مرضی سے جس راہ کو اختیار کرنا چاہے، کر سکتا ہے۔ مسلم مفکرین نے مزید کہا کہ کائنات میں قدم قدم پر پھیلے ہوئے خدائی کاموں کا مشاہدہ و مطالعہ ایک مقدس کام ہے۔ یہ مطالعہ، یہ غور و فکر ایسی ذات گرامی کا پتہ دیتا ہے جو اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اس سے رشتہ جوڑے بغیر انسانی روح کو قہرا نہیں ملے گا۔

تاریخ مذہب میں اسلام نے فکری آزادی جو اعلان کیا تھا، اس پر مغرب میں بہت کچھ لکھا گیا، لیکن بیسویں صدی میں برصغیر کے معروف مارکسی انقلابی دانشور ایم این، رائے (M.N. Roy) نے اپنی کتاب The Historical Role of Islam میں ایک نئے انداز سے لکھا: ”آخری بڑے مذاہب میں اسلام عظیم ترین مذہب تھا۔ چنانچہ اس نے تمام مذاہب کی بنیادوں کو ڈھادیا۔ اس کا یہ عمل اس کی تاریخی عظمت کی روح ہے۔“

اسلام اور عربی تعلیمات کا مرکز وہی تاریخی سرزمین ہے جہاں پر پرانی مصری، اشوری، یہودی، ایرانی، اور یونانی تہذیبیں اٹھیں، ٹکرائیں اور زوال پزیر ہوئیں۔ پہلی تہذیبوں کا مثبت نتیجہ یہ تھا کہ انھوں نے عرب کلچر کے خدو خال بنانے میں حصہ لیا اور محمد ﷺ کے عظیم نظریہ توحید نے ان پرانی قوموں کے مذہبی اصولوں کو اپنالیا۔

مسلم دنیا کی فکری اور عملی کامیابیوں کے بعد مسلم معاشرے پر زوال آیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس پر لکھتے ہوئے M.N.Roy نے لکھا: ”جب آزادی فکر کا، جس کی اجازت صحرائی لوگوں کو سادہ عقیدے (اسلام) نے دی تھی، ٹکراؤ مسلمانوں کے ارباب اقتدار کی دنیاوی دلچسپیوں سے ہوا تو قرطبہ کے والی نے مذہبی رہنماؤں کے اصرار پر ایک فرمان جاری کیا جس میں دوزخ کی آگ کے حوالے سے مذہبی بنیادوں پر طحانہ خیالات کی مذمت کی گئی۔ اسلام کی مقدس ترین تعلیم کی مذمت دراصل انسانی ترقی کے تنزل کی ابتدا تھی۔“

تین میں آزادی فکر کے نام لیوا عربوں کے ساتھ دین و دانش کے دشمنوں نے جو سلوک کیا، تاریخ آج تک اس

کے ماتم سے فارغ نہیں ہو سکی۔

یہ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ اہل پاکستان کی اکثریت (شیعہ سنی) جو توحید و رسالت کے مضبوط رشتوں میں منسلک ہے اور اسلام کی عظیم فکری اور روحانی روایات کی وارث، ابھی تک پوری طرح سے مذہبی فرقہ واریت سے نجات حاصل نہ کر سکی۔ گزشتہ مئی میں کراچی میں جو ہولناک فسادات ہوئے ہیں، اس نے بتا دیا ہے کہ ہم اخلاقی طور پر کس مقام پر کھڑے ہیں۔ صد افسوس ہم نے بڑی بے رحمی سے اپنی شاندار مذہبی اور روحانی روایت کو بحیرہ عرب میں غرق کر دیا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ہم نے نہ صرف اپنے ہی بھائیوں کا خون اللہ کے گھر میں بہایا بلکہ سڑکوں پر چلنے والے عام لوگ بھی فرقہ واریت کی آگ میں جلے۔ ان کی کاریں یا دکانیں جلادی گئیں۔ کیا کوئی مذہبی، اخلاقی اور سیاسی ضابطہ ہمیں اس بھیا تک رویے کی اجازت دیتا ہے؟ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جدید دور اپنے جلو میں نئی صحت مند روایات لایا ہے۔ افسوس نہ تو ہم اپنی کلاسیکل فکری اور روحانی روایات کا تحفظ کر سکتے اور نہ ہی جدید صحت مند روایات کا ساتھ دے سکے۔ میرے ٹھیک ہی کہا تھا۔

دیدنی ہے شکستگی دل کی

کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

عہد حاضر میں دونوں جماعتوں کے اہل علم نے برابر کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے دونوں تاریخی گروہ ایک دوسرے سے قریب تر آئیں۔ چنانچہ شیخ عبدالکریم الزنجانی النجفی نے ۱۹۶۱ء میں اپنی کتاب (الوحدۃ الاسلامیہ والتقریب بین مذاہب المسلمین) نجف سے شائع کی۔ اس کتاب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ امام زنجانی نجفی نے سنی شیعہ اتحاد کے لیے قاہرہ میں شیخ مصطفیٰ المرانغی اور شیخ محمود ہلتوت سے کامیاب ملاقاتیں کیں اور دمشق کی اموی مسجد میں حضرت السجاد علی ابن الحسین زین العابدین سے صدیوں بعد امام نجفی اسلامی اور شیعہ تاریخ میں عہد حاضر کے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مسجد اموی کے منبر پر کھڑے ہو کر دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو مخاطب کیا۔ یہ رسالہ آج بھی طہران سے شائع ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ چند سال پہلے شیخ الازہر مرحوم شیخ ہلتوت نے تین طلاقوں کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم اس مسئلہ میں فقہ جعفریہ کے مسلک پر فتویٰ دیتے ہیں۔

قرآن مجید نے اہل صفا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر وقار سے چلتے ہیں اور جب بے وقوف لوگ ان سے نادانی کی بات کرتے ہیں تو ”(تم پر) سلامتی ہو“ سے جواب دیتے ہیں۔“ (الفرقان ۶۲-۶۳) آنحضرت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا: ”آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ تو اس طرح کہ حکمت کی باتیں بیان کرو اور پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقہ پر کہ حسن و خوبی کا طریقہ ہو۔“ اگر ہمیں کشاکش روزگار اور باہمی نفرت سے فرصت مل جائے تو نہایت ہی صبر و تحمل سے اپنی گھٹات میں بیٹھ کر اپنی ’انا‘ کا تماشہ ضرور دیکھنا چاہیے۔ شاید اس وقت ہمیں پتا چلے کہ ہماری انا کن کن بیماریوں کا شکار ہے۔ ان بیماریوں میں نفرت اور تشدد ایسی بیماریاں ہیں جو ہماری تباہی اور رسوائی کا سبب بنی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا

ارشاد ہے، ”خدا یا! گواہ رہنا۔ سب بندے بھائی بھائی ہیں۔“ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا، ”تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کی نگاہ میں عزیز تر وہی ہے جو اس کے کنبے کے لیے سب سے زیادہ بھلائی کرتا ہے۔“ ایسی پاکیزہ تعلیمات رکھتے ہوئے یہ ہماری بدبختی ہے کہ ہم نہ صرف پوری انسانی سوسائٹی سے بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی برسر پیکار ہیں۔ سعدی نے ٹھیک کہا ہے کہ اہل صفائے تو اپنے حسن عمل سے دشمنوں کے دل جیتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے دوستوں کو بھی دشمن بنا لیا ہے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

بے شبہ ان فسادات نے ہمارے اخلاقی اور سماجی نظام کے چہرے سے نقاب کوالٹ دیا ہے۔ حالانکہ دونوں عظیم گروہ، شیعہ اور سنی، خدا کی توحید اور رسول اکرم ﷺ کی آخری نبوت پر دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے ہیں، لیکن علم کلام اور فقہ کی اختلافی جزئیات نے ہماری ساری فکری، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو جذب کر لیا ہے اور صبر و تحمل اور غفو و کرم کی ساری تعلیمات جو قرآن اور اسوہ رسول ﷺ سے ہمیں ورثے میں ملی تھیں، ہم نے ان کو غرق دریا کر دیا۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے علم الکلام کی عینک اتار کر قرآن مجید اور سیرت رسول ﷺ کو پڑھیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ یہ ملکوتی نغمہ ہمارے فکر و نظر کی جلا اور قلب و روح کی تسکین کے لیے اپنے پاس کیا کیا سامان رکھتا ہے۔ پیکھال نے سچ کہا تھا کہ قرآن مجید کی ایک ایسی سمفنی (symphony) ہے جس پر انسانی آنکھ کے آنسو گرتے ہیں اور سننے والا جذب و مستی سے سرشار ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل علم نے، خواہ ان کا تعلق اہل سنت سے ہے یا اہل تشیع سے، ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں ایک شیعہ اسکالر مولانا مرتضیٰ نے ’معراج العقول‘ جیسی کتاب لکھی تو ابوالکلام آزاد نے لکھا، ’فریقانہ نزاعات اور تقلید نے ہمتوں کو پست کر دیا ہے اور کسی شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کی جرات نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ صاحب معراج العقول کو جزائے خیر دے جنھوں اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھ اپنی سیاحت تحقیق ختم کی۔‘ ابوالکلام نے مزید لکھا، ’میں نے کبھی سنیوں کی کسی بات کو محض اس لیے اچھا نہیں کہا کہ وہ سنی ہیں اور شیعہ کی کسی سچائی سے انکار صرف اس لیے نہیں کیا کہ وہ شیعہ ہیں۔ حق و صداقت کی طہارت جماعت بندی کی گندگی سے آلودہ نہیں ہو سکتی۔‘ (البلاغ، ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء، ص ۱۱۸)

مولانا نے ’معراج العقول‘ کے مصنف کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا، ’بہاؤ الدین عالمی کے بعد معراج العقول کے مصنف پہلے صاحب علم ہیں جو جہتدانا بصیرت رکھتے ہیں۔‘
خاکسار یہاں دوسرے واقعہ کو بھی بیان کرنا وقت کی ضرورت سمجھتا ہے۔ مرحوم پروفیسر اطہر علی، علی گڑھ یونیورسٹی